از ڈاکٹر سید مسعود احمد
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

# حقیقی ترقی کے اسباب

اور

# اسلام

یہاں ہمارا موضوع سائنس اور سائنسدانوں پر تنقید کرنا نہیں ہے ہم بھی اس اَن دیکھی تقلید کو حق بجانب سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس اَن دیکھی تقلید میں سائنسی ترقی کی معراج مضمر ہے۔

ذرا غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ اَن دیکھی تقلید تو اس لئے ناگزیر تھی کیونکہ سائنسی تحقیقات (SCIENTIF RESCARCHES) کی گاڑی۔ ایٹم الیکٹران اور پروٹان کو مانے بغیر آگے نہیں بڑھ رہی تھی اور دوسری وجہ اس نظریہ کے قابلِ التفات سمجھنے کی یہ بھی تھی کہ ایک صاحب علم خصوصاً سائنس کو گہرائی سے جاننے والے شخص نے یہ نظریہ پیش کیا تھا اس لئے اس نظریہ کا حقیقت ہونا زیادہ قرین قیاس تھا۔

لہذا سائنسدان اس نظریہ کو قریب الحقیقت مان کر اور مجرد قیاس و اتفاق (CHANCE) کے کمزور استدلال[۵] (ملحد سائنسدانوں کے نزدیک قیاس و گمان کی کوئی اہمیت نہ ہونے کے باوجود) کو اہمیت دیتے ہوئے سائنسی تحقیقات پر عمل پیرا رہے۔ اور اسی لئے آج دنیائے سائنس اپنے ایٹمی اور نیوکلیائی دور (ATOMIC AND NUCLEARAGE) میں داخل ہو سکی ہے۔

اب ذرا سلسلۂ کلام کا رخ مذہب اسلام کی طرف موڑتے ہوئے عرض ہے کہ اگر حضرات انبیاء و رسل (PROPHET) فرمائیں کہ جنّت و دوزخ کا وجود ہے اور ان کے فرمان کو مندرجہ ذیل دلائل سے تقویت بہم پہنچے۔ مثلاً

۱. وہ فرمائیں کہ ہم نے جنت و دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

---

۵. "کمزور استدلال" یہاں اس لئے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ مجرد قیاس و گمان ایک غیر یقینی امر ہے اور غیر یقینی امر کی اہمیت کسی صاحب عقل سے پوشیدہ نہیں۔ جو ملحد سائنسدان مذہب کی بنیادوں اور ان حقائق کو مجرد قیاس و گمان کی بھول بھلیاں بتا کر مذہب کی طعنہ زنی کرتے ہیں وہ بھی ذرا غور فرمائیں۔

۲۔ وہ یہ دعویٰ بھی کریں کہ ہمارے پاس وہ علم ہے جو تمہارے پاس نہیں۔
۳۔ وہ معجزات کے ذریعہ اپنے علوم الٰہیہ اور پیشین گوئیوں کے ذریعہ اپنی غیر معمولی بصارت و بصیرت کا لوہا منوالیں۔
۴۔ وہ اپنے فرمان کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے اپنا بے داغ کردار اور اپنی ناقابل تردید صدق کلامی کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔
۵۔ ان سب دلائل پر مستزاد یہ کہ ان حقائق کو ماننے والے سب سے بڑھ کر وہ بذات خود ہی ہوں۔

اب ذرا ان دلائل کو غور فرمایئے اور ایک انگریز مصنف اے۔ای مینڈر (R. E. MANDER) کے مطابق حقیقت کی کسوٹی کے بارے میں اس کی کتاب "واضح نقطۂ نظر" (CLEARER THINKING) سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے وہ رقم طراز ہے۔

"جو حقیقتیں ہم کو براہِ راست حواس کے ذریعہ معلوم ہوں وہ محسوس حقائق (PERCEIVED FACTS) ہیں مگر جن حقیقتوں کو ہم جان سکتے ہیں وہ صرف انہیں محسوس حقائق تک محدود نہیں ہیں ان کے علاوہ اور بہت سے حقائق ہیں جن کا علم اگرچہ ہم براہِ راست حاصل نہیں کر سکتے پھر بھی ہم ان کے بارے میں جان سکتے ہیں اس علم کا ذریعہ استنباط (INFERENCE AND REASONING) ہے اس طرح جو حقائق معلوم ہوں ان کو استنباطی حقائق (INFERRED FACTS) کہا جا سکتا ہے یہاں یہ بات خاص طور سے سمجھ لینے کی ہے کہ دونوں میں اصل فرق حقیقت ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ ایک صورت میں ہم اس کو جانتے ہیں اور دوسری صورت میں اس کے بارے میں معلوم کرتے ہیں۔ حقیقت بہرحال حقیقت ہے خواہ ہم اس کو براہِ راست مشاہدہ سے جانیں یا بہ طریق استنباط معلوم کریں۔"

اگر اس بحث کا دوسرے پہلو سے تجزیہ کریں تو اسلام اور سائنس دوسرے طریق استدلال سے بھی ایک پلیٹ فارم ہی پر نظر آتے ہیں۔ وہ یہ کہ سائنس کا طریق استدلال تجرباتی ہوتا ہے اور کسی سائنسی نظریہ کی حقانیت کی کسوٹی اس نظریہ سے متعلق سائنسی تجربات کا ایک جیسا نتیجہ برآمد ہوتا ہے اور یہ کہ ان تمام تجربات کے نتائج اس نظریہ میں فٹ بیٹھتے ہیں یعنی ہم آہنگ ہیں یہ عملی استدلال اور تجرباتیت (PRACTICABILITY AND COHERENCE IN EXPERIEMENT AND THEORY) ہی اس کی دلیل میں وزن پیدا کرتے ہیں۔

اسلام بھی پیغمبر اسلام کی شکل میں ایک عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان حقائق غیوبیہ کا علم قرآن و حدیث کی عقلی و وجدانی اپیل کے ذریعہ لوگوں تک پہنچایا۔ نیز ان نظریات و قوانین کی عملیت اپنی عملی زندگی سے ثابت کر دی۔ یہاں وہ وضاحت مناسب رہے گی کہ یہ زندہ نمونہ ——————

(LIVING MODEL AND SYMBOL) عملی تحریک پیدا کرنے میں تجرباتی ثبوت (EXPERIMENTAL PROOF) ہی کے متوازی و ہم وزن ہوتا ہے۔

مزید برآں اسلامی حقائق و قوانین کی عملیت اور تجرباتیت اس تاریخی ثبوت سے واضح ہوتی ہے کہ ماضی میں جب بھی اسلام کے ان بنیادی عقائد کے ساتھ اس کے اصولوں کو عملی شکل دی گئی۔ تو اس کے ایک جیسے اور مثبت اثرات ہی مرتب ہوئے۔

لیکن تب بھی ان حقائق پر آمنّا و صدقنا کہنے والے اندھے مقلّد کے طنزیہ خطاب سے نوازے جائیں اور ہمارے معترضین کو یہی اصرار ہو کہ جنّت و دوزخ اور خدا کے وجود کو ماننے کے لئے کوئی سائنٹیفک ثبوت دیا جانا چاہیے۔

ضدّی، ہٹ دھرم اور متعصبانہ ذہنیت والوں کو تو ہمارا سلام ہے۔ البتہ حق تو یہ ہے کہ سائنس کا دائرہ کار مذہب سے مختلف ہے اس لئے ان دونوں کے حقائق کی کسوٹیاں بھی الگ ہی ہونا چاہئیں۔ بفرض محال اگر سائنٹیفک دلیل ضروری ہی ہے تو جدید و قدیم سائنس بذات خود بھی کہاں بچ سکتی ہے۔ نیز یہ امر بھی خصوصاً وضاحت طلب ہے کہ سائنٹی فک دلیل سے ان کی کیا مراد ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر علم (چاہے وہ سائنس ہو یا دوسرے علوم) کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے غیر مشاہداتی حقائق (غیب) کو بغیر دیکھے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ایمان بالغیب وہ بنیاد فراہم کرتا ہے جس سے وہ "مومن" ترقیوں کی معراج کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ ورنہ ترقی کے یہ آخری زینے طے کرنا انسان کے لئے محال ہو جاتے ہیں۔ یہ حقیقت ایک تاریخی مثال سے سمجھ میں آجائے گی کہ امریکہ نے دوسری جنگ عظیم کے موقع پر اگست ۱۹۴۵ء میں جاپان کے دو بڑے شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر اپنی سائنسی ترقی اور طاقت کا لوہا منوالیا۔ قطع نظر اس سے کہ امریکہ نے اس خداداد ایٹمی طاقت کو پرامن مقاصد میں استعمال کرنے کے بجائے انسانوں کی خون ریزی اور انسانیت کی تباہی کے لئے استعمال کیا جس کی واحد وجہ یہ تھی کہ وہاں مادی ترقی کے ساتھ اس معیار کی روحانی و اخلاقی ترقی تو کجا اس میں اخلاقی تنزل و انحطاط ہی رونما ہوا اور اس مادی و روحانی ترقی میں عدم توازن کا نتیجہ انسانیت کی تباہی کی شکل میں ظاہر ہوا۔

بہرحال اگر امریکہ کے سائنسدان ڈالٹن کے ایٹمی نظریہ اور ایٹم کے خیالی ڈھانچہ کو نہ مانتے اور اسی امر پر مصر رہتے کہ جب تک ہم ایٹم نہیں دیکھ لیں گے اس وقت تک اس میدان میں تحقیق و ترقی بیکار ہے تو امریکہ کسی حالت میں بھی نہیں بنا سکتا تھا۔ اور اس ایٹم بم کے بغیر امریکہ (مع اتحادی روس) اپنی شکست کو فتح میں تبدیل کرنے میں ہرگز کامیاب نہ ہوتا۔ یہ تھا اس ایمان بالغیب کا ایک حقیر مگر مثبت ثمرہ جو امریکہ کی مادی ترقی کی شکل میں نمودار ہوا۔

**سکون قلب اور ارتقاء انسانی** | موضوع پر سیر حاصل بحث کے بعد یورپ و امریکہ اور اشتراکی ممالک کی مسحور

کن ترقی کے بارے میں بھی غور کریں جن کی ترقی کے بلند بانگ دعووں کی بازگشت سے ایوان مذاہب کانپ اٹھتے ہیں۔ تہذیب جدید کے متوالوں اور الحاد و مادہ پرستی کے علمبرداروں کا مذہب کے خلاف سب سے بڑا حربہ یہی ہے کہ مذہب کے بغیر ان ممالک کی اتنی بڑی ترقی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دور جدید میں ارتقاء انسانی کے لئے مذہب کی ضرورت نہیں۔

حقیقت میں ان ممالک کی مسحور کن ترقی صرف ان کے سائنسی ارتقا کی نشاندہی کرتی ہے جس کا واحد سبب سائنس و ٹیکنالوجی کے لئے خاطرخواہ آسانیاں اور سہولتیں بہم پہنچانا ہیں۔ اگر آج کے انسانی اذہان اور دنیوی معلومات سے سائنسی علوم و انکشافات نکال دئے جائیں تو ان ممالک کے حصہ میں اخلاقی و روحانی پہلوؤں سے ذہنی انتشار و ہیجان خودکشی و جرائم کی کثرت، باہمی منافرت و عداوت کے سوا کچھ نہیں آتا۔

اس انداز سے غور کرنے پر اس حقیقت سے انکار محال ہے کہ ظاہری ترقی کے یہ دلفریب دعوے اور سبز باغ کسی مادی نظریہ کے مرہون منت نہیں۔ سوائے اس کے کہ ان نظریات کے حامیوں نے سائنسی تحقیقات کو اولیت دے دی ہے جب کہ اخلاقی و روحانی ترقی کی جگہ نفرت و نخوت۔ حسد و کینہ۔ باہمی بے تعلقی و خود غرضی مایوسی و پریشانی، ذہنی انتشار و جنسی بے راہ روی۔ جرائم کی کثرت و خودکشی کی زیادتی۔ استحصال بے جا اور بدعنوانی جیسے اخلاقی جرائم اور روحانی دیوالیہ پن، ان نظریات حیات کی دین ہے۔ ہم نے اپنے تجربہ سے ثابت کر دیا ہے کہ سائنسی ترقی کے داعی اول آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہ قرآن ہی کی دعوت تحقیق و تفکر ہے جس نے سائنس کو آج ارتقا کے ان منازل تک پہنچانے کی تحریک بخشی ہے۔ نیز دور وسط کے مسلمانوں ہی کے سائنسی علوم اور کاوشوں کے طفیل دور جدید، دور سائنس کے نام سے موسوم ہونے کے قابل ہو سکا ہے۔ لہٰذا ان مادی نظریات کی کون سی ایسی خوبی ہے جو اسلام میں نہیں۔ جب کہ اسلام مادی ترقی ہی کو تحریک نہیں بخشتا بلکہ روحانی و اخلاقی ترقی کا بھی علمبردار ہے۔

تہذیب جدید کی بنیاد دین الحاد پہ اور عمارت مادی نظریات پر کھڑی ہیں جب کہ اس عمارت کو حسن و جلا مادی سائنس نے بخشی ہے لیکن اس عمارت کی ناپائیداری اور کھوکھلے پن کی عکاسی بلیک (BLAKE) کے الفاظ میں یہ ہے (A MARK IN EVERY FACE I MEET MARKS OF WEAKNESS OF WOE)[1] ہر چہرے پر کمزوری (مایوسی) اور دشمنی (نفرت) کی علامات مجھے ملتی ہیں۔ مزید برآں برٹرینڈ رسل (RMSSEL) بھی عدم سکون قلب کا اعتراف اس انداز میں کرتا ہے کہ "ہماری دنیا کے جانور خوش ہیں۔ انسان کو

---

[1] CONQUEST OF HAPPINESS ص 11

بھی خوش ہونا چاہیئے۔ مگر جدید دنیا میں انہیں یہ نعمت حاصل نہیں۔"

آج ہمارے "ترقی پسند" حضرات ان ممالک کی مادی ترقی کے مختلف پہلوؤں پہ تو طویل لیکچرز دیتے ہیں مگر ان کی اخلاقی حیثیت اور روحانی تنزل کے لئے کوئی آہ ان کی زبان سے نہیں نکلتی۔ بیشک مادی ترقی بھی دنیا کے لئے ناگزیر ہے مگر دنیائے انسانیت کے لیے آج اخلاقی اور روحانی ارتقار کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔

ابھی چند ماہ قبل ہماری طویل گفتگو ایک ملحد ترقی پسند نوجوان سے ہوئی جو مارکسی نظریہ کے حامی تھے۔ ان کا معاملہ یہ تھا کہ گویا انہوں نے قسم کھالی ہو کہ ہماری بات کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اس لئے جہاں ان کو جواب نہ بن پڑتا اور اپنے خیالات کی کمزوری محسوس ہوتی وہ موضوع بحث کو بدل دیتے آخر کار ہم نے مزید الجھنا مناسب نہ سمجھا اور اسلام کے ایک پہلو کی دعوت غور و فکر دی کہ حضرت! ڈھائی تین گھنٹوں کی اس طویل بحث کے بعد کم از کم اتنا تو آپ نہیں سمجھ سکتے کہ آپ نے اپنے خیالات سے ہم کو متفق (CONVINCE) کر دیا اور ہمارا مقصد بھی اپنے خیالات کو جبراً منوانا نہیں تھا۔ مگر آخر میں ایک عرض ہے کہ اگر اس بحث کے نتیجہ کا گہرائی سے تجزیہ کریں تو ہم اور آپ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ خدا کے وجود اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ لہذا آپ کے پیش نظر سدا ظاہری اور دنیوی فائدہ ہوگا اور وہ آپ کو اس وقت کسی طرح بھی حاصل نہیں ہوا بلکہ ان تین گھنٹوں کا ذہنی و مادی نتیجہ (OUTPUT) صفر رہا۔ آپ کو کوئی نتیجہ اور فائدہ حاصل نہ ہونے کا قلق ذہنی انتشار کا باعث ہوگا۔ اور آج رات کی اس طویل بحث کے بارے آپ کو نیند بھی آسانی سے نہیں آئے گی۔ جب کہ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے سمیع و علیم ہونے کا یقین ہے۔ اسلام کی رو سے ہمارا مقصد صرف حق کو پہنچانا ہے نہ کہ اس کو منوانا۔ اور اسی تبلیغ پر ہم کو ثواب آخرت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ لہذا ہمارا یقین ہے کہ اس تبلیغ حق کا اجر جنت کی لازوال نعمتوں کی شکل میں ملے گا مزید برآں اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی ہمارا مقصد زندگی ہے۔ یہی ثواب آخرت اور اپنے محبوب حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی رضا جوئی کی طلب ہمارے لئے باعث طمانیت اور باعث سکون قلب ہے۔ آج ہم کو گہری نیند آئے گی کیونکہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا زیادہ کام کیا ہے۔

اس بات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا جو یقیناً اعتراف حقیقت تھا۔ مذہب کا یہ مثبت پہلو بھی ہے ناقابل تردید بھی۔

آج انسان حقیقی اور پائیدار سکون قلب کا متلاشی ہے مگر تہذیب جدید کے پاس اس کا کوئی کارگر نسخہ نہیں۔ کاش یہ ترقی پسند حضرات عقل سے کام لے کر غور و فکر کرتے کہ ذہنی انتشار انسان کی یکسوئی میں مزاحم

رہتا ہے اور اس کی فکری و مادی ارتقاء میں رکاوٹ کا سبب بنتا ہے۔ بیشک آج کی تہذیب نے مادی ارتقاء میں ایک نیا مقام پیدا کیا ہے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت مبرہن ہی ہے کہ ذہنی انتشار، مایوسی اور عدم سکون قلب انسان کی مادی ارتقاء کی راہ کا بھی روڑا ہے۔

اس بحث سے واضح ہوجاتا ہے کہ اگر تہذیب جدید عقیدۂ خدا اور عقیدۂ آخرت پر یقین رکھتی تو وہ مادی و فکری ارتقا کی منازل میں "بھی" آج سے کہیں آگے ہوتی۔

<u>خلاصۂ کلام</u>: حقیقی ترقی کے ناقابل تردید جامع معانی اور وسیع مفہوم کی روشنی میں موجودہ مادی نظریات حیات اور مذاہب عالم کا تجزیہ کرنے پر یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حقیقی ترقی کے حصول کے لئے بہترین و متوازی اصول جو فطرت انسانی سے (عقلی و وجدانی طور پر) پوری طرح ہم آہنگ ہوں۔ اسلام کے سوا کہیں نہیں ملتے۔ کیونکہ ان اصولوں میں چند ممتاز و نمایاں پہلو یہ ہونے چاہئیں کہ

وہ جامع بھی ہوں اور کامل بھی — نیز عملی طور پر انسانی فطرت و صلاحیت سے تجاوز کرنے والے یعنی ناقابل برداشت بھی نہ ہوں۔ مزید برآں ان اصولوں کے حاملوں نے دنیا کی تاریخ میں ایک زرّیں باب کا اضافہ بھی کیا ہو۔ اور زرّیں باب ترقی کے کسی خاص شعبہ ہی کا مرہون منّت نہ ہو بلکہ اخلاقی و روحانی۔ مادی و فکری۔ سیاسی و اقتصادی۔ انفرادی و اجتماعی جملہ شعبات ترقی پر حاوی ہو۔

یہ حقیقت ہے کہ ان تمام خصوصیات کے ساتھ کوئی بھی مادی نظریۂ حیات یا مذہب اسلام کے سامنے ٹک نہیں سکتا اور نہ ہی حقیقی ترقی کی ضمانت دے سکتا ہے۔

اسلام ہی وہ واحد نظام حیات ہے جس کا مقصد واحد انسانی وجود کا ہمہ جہتی اور مثالی ارتقاء ہے اسی لئے اس نے حصولِ تقویٰ پر زور دیا ہے۔ اور تقویٰ درحقیقت انسان کے اُن منفی رجحانات و میلانات کے خلاف حفاظت (PROTECTION) سے عبارت ہے جو نفسِ انسانی، فطرت انسانی بلکہ کلّی وجود انسانی سے برسرپیکار رہ کر اس کی بقا و ترقی میں مزاحم رہتے ہیں۔

اسلام میں گناہ و ثواب کا فلسفہ یہی ہے کہ وہ ہر فعل و خیال جو فطرت انسانی سے متصادم ہو کر اس کی پائیدار و ہمہ جہتی ترقی میں مستقبل قریب یا مستقبل بعید میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرے۔ اسلام کی رُو "گناہ" ہے۔ اس کے خلاف فطرت انسانی کے لئے موزوں اور اس کی ہمہ جہتی بقا و ترقی کی ضمانت دینے والا ہر خیال و فعل باعثِ ثواب یا "عین ثواب" ہے۔ یعنی ان منفی و مثبت افعال کا نتیجہ ہی عذاب و ثواب ہے جن کا ظہور بہر حال ہر صاحب عقل کے نزدیک قابل فہم ہے اور مشاہدہ و تجربہ سے ثابت شدہ امر ہے۔

---